ابلیس اور اقبال

# اقبال اور ابلیس

ملٹن کی سب سے مشہور نظم "فردوس گم شدہ" ہے۔ اس میں انسان کے زوال کی داستان بیان کی گئی ہے۔ اور خدا کی مصلحتوں کا جواز پیش کیا گیا ہے اس نظم کا خاکہ ملٹن کے دماغ میں بہت دنوں سے تھا۔ اور برسوں اس نے اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کیا تھا۔ گویا یہ اس کی زندگی کے تجربات اور فنکارانہ احساسات کا نچوڑ ہے۔ اس میں اس کی شاعری اور مذہبی معتقدات دونو کا بہترین امتزاج ملتا ہے۔

ابلیس کی آمد دیکھئے:—

شیطان اب پاس آگیا۔ اور اپنی جگہ سے
(وہ) عفریت کھسکتا ہوا آگے بڑھا۔ اتنی تیزی سے
ہولناک قدم رکھتا ہوا (جن سے) دوزخ کانپنے لگی

اس کی تعریف سنیئے:—

وہ زبردست بڑا فرشتہ
(شیطان) جس نے حال میں
بہشت کے بادشاہ (خدا) کے خلاف
بغاوت کی تھی گو شکست پائی
خود اپنے متعلق اس کی کیا رائے ہے:—

وہ جو کہ ایسا ذہن رکھتا ہے

جسے نہ وقت بدل سکتا ہے نہ مکان

ذہن بجائے خود قائم ہے۔

اور اپنے میں آپ ہی ہے۔

وہ بہشت کو دوزخ بنا سکتا ہے۔

اور دوزخ کو بہشت۔

انسان کے بارے میں اس کا کیا خیال ہے۔ دیکھئے:۔

اگر مجھے لڑنا ضروری ہی ہے تو مجھے جیسے

بہتر بن کو، بہترین دگا مدمقابل بنانا چاہئے

اس کو جس نے مخلوق کو بھیجا ہے

نہ کہ اسے جو خود بھیجا گیا ہے اور پھر خود آ ہی

اس کے عزم اور حوصلے کو دیکھئے:۔

اس سے کیا کہ میدان میں ہار ہوئی

یہ آخری ہار تو ہے نہیں انا قابل تسخیر ارادہ

اور بدلہ لینے کی تیاری۔ غیر فانی عداوت

اور وہ ہمت جو نہ پست ہونے والی ہے

اور نہ اطاعت قبول کرنے والی ہے

اور اتنا ہی نہیں۔ کبھی شکست ماننے والی نہیں ہے۔

یہ شان ہے جسے اس (خدا) کا غضب

یا جلال مجھ سے لے نہیں سکتا

اپنے شیر عزازیل کو یوں غیرت دلاتا ہے:۔

گرے ہوئے کروبی! کمزور ہونا ہی مصیبت ہے
کرنے میں بھی بھگتنے میں بھی۔

دوسرے ساتھیوں سے یہ کہتا ہے:-

یہاں آخر ہم آزاد تو رہیں گے
حکومت کی امنگ قابلِ قدر ہے
چاہے دوزخ ہی کی کیوں نہ ہو
بہتر ہے دوزخ میں حکومت کرنا۔
بہ نسبت بہشت کی غلامی کے
جاگو۔ اٹھو یا ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو۔

علم و آگہی پر جو بندشیں شجر ممنوعہ کی صورت میں عاید ہیں انہیں یہ کہہ کر توڑنا چاہتا ہے

کیا جاننا (علم) گناہ ہے؟
کیا وہ (اس کی سزا) موت ہے؟
اور کیا وہ (فرشتے) ٹکے ہوئے ہیں صرف جہالت پر۔

اقبال انسانیت کو فطرت کا محبوب ترین اور مکمل ترین جوہر سمجھتے ہیں انکے خیال میں فطرت ابھی خوب سے خوب تر کی جستجو میں ہے۔ انکا فلسفہ حیات زندگی اور موت دونوں کا ایک بلند تصور رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ بندگی کے مقاصد اور امکانات دونوں سے آگاہ ہیں۔ وہ یکسر مذہبی آدمی ہیں۔ اور اسلامی ارکان کی تلقین اور بارگاہ رسالت سے انکی عقیدت دونوں میں بہت آگے ہیں۔ مگر با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار کے شاید وہ بھی قائل ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مقرب بارگاہ سمجھتے ہیں اور ایک مقرب بارگاہ کی شوخی و گستاخی اکثر حد درجہ عقیدت کی غماز ہوتی ہے علاوہ ازیں شاعر تصویر کا دوسرا رخ بھی اکثر پیش کرتا رہتا ہے۔ دنیا جس بدی کی طرف سے بے اعتنائی برتتی ہے۔ شاعر اسی کو دیکھتا ہے کہیں کہیں اسلوب کی خاطر زبان

یں ایک شوخی ہوتی ہے۔ کہیں رفعتِ تخیل پر شاعر زمان و مکاں کے قیود سے بلند ہو جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں مل کر ابلیس کے اس خاص تصور کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔

# جبریل و ابلیس

## جبریل

ہمدمِ دیرینہ! کیسا ہے جہانِ رنگ و بو؟

## ابلیس

سوز و ساز و درد و داغ و جستجوئے آرزو!

## جبریل

ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفتگو
کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاکِ دامن ہو رفو؟

## ابلیس

آہ اے جبریل! تو واقف نہیں اس راز سے
کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبو!

اب یہاں میری گذر ممکن نہیں ممکن نہیں
کس قدر خاموش ہے یہ عالمِ بے کاخ و کو!
جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات
اُس کے حق میں تَقْنَطُوا اچھا ہے یا لَا تَقْنَطُوا!

## جبریل

کھو دئیے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو!

## ابلیس

ہے مری جراُت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو
میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو!
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر
کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو؟
خضر بھی بے دست و پا الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم دریا بہ دریا جو بہ جو!
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو؟
میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط! اللہ ھو اللہ ھو اللہ ھو

## ابلیس

یہ عناصر کا پرانا کھیل، یہ دُنیائے دوں!
ساکنانِ عرشِ اعظم کی تمناؤں کا خوں!
اس کی بربادی پہ آج آمادہ ہے وہ کارساز
جس نے اس کا نام رکھا تھا جہانِ کاف ؤنوں
میں نے دکھلایا فرنگی کو ملوکیت کا خواب
میں نے توڑا مسجد و دیر و کلیسا کا فسوں
میں نے ناداروں کو سکھلایا سبق تقدیر کا
میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں!
کون کر سکتا ہے اس کی آتشِ سوزاں کو سرد
جس کے ہنگاموں میں ہو ابلیس کا سوزِ دروں
جس کی شاخیں ہوں ہماری آبیاری سے بلند

کون کر سکتا ہے اس نخلِ کہن کو سرنگوں؟

## پہلا مشیر

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام
ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجود
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نمازِ بے قیام
آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام!
یہ ہماری سعیِ پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و مُلّا ملوکیت کے بندے ہیں تمام!
طبعِ مشرق کے لئے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ "قوالی" سے کچھ کمتر نہیں "علمِ کلام"
ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام!
کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید؟
"ہے جہاد اس دور میں مردِ مسلماں پر حرام!"

## دوسرا مشیر

خیر ہے سلطانیٔ جمہور کا غوغا کہ شر؟
تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے باخبر!

## پہلا مشیر

ہوں، مگر میری جہاں بینی بتاتی ہے مجھے
جو ملوکیت کا ایک پردہ ہو کیا اس سے خطر
ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر
کاروبارِ شہریاری کی حقیقت اور ہے
یہ وجودِ میر و سلطاں پر نہیں ہے منحصر
مجلسِ ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں غیر کی کھیتی پہ ہو جسکی نظر!
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام؟
چہرۂ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر!

## تیسرا مشیر

روحِ سلطانی رہے باقی تو پھر کیا اضطراب
ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب؟
وہ کلیمِ بے تجلی! وہ مسیحِ بے صلیب!
نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب!
کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہِ پردہ سوز
مشرق و مغرب کی قوموں کیلئے روزِ حساب!
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا طبیعت کا فساد

توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب!

## چوتھا مشیر

توڑ اس کا رومۃ الکبریٰ کے ایوانوں میں دیکھ
آلِ سیزر کو دکھایا ہم نے پھر سیزر کا خواب
کون بحرِ روم کی موجوں سے ہے لپٹا ہوا
"گاہ بالد چوں صنوبر گاہ نالد چوں رباب"!

## تیسرا مشیر

میں تو اس کی عاقبت بینی کا کچھ قائل نہیں
جس نے افرنگی سیاست کو کیا یوں بے حجاب!

## پانچواں مشیر

(ابلیس کو مخاطب کر کے)

اے ترے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار
تو نے جب چاہا کیا ہر پردگی کو آشکار
آب و گِل تیری حرارت سے جہانِ سوز و ساز
ابلہِ جنت تری تعلیم سے دانائے کار
تجھ سے بڑھ کر فطرتِ آدم کا وہ محرم نہیں
سادہ دل بندوں میں جو مشہور ہے پروردگار
کام تھا جن کا فقط تقدیس و تسبیح و طواف

تیری غیرت سے ابد تک سرنگوں و شرمسار
گرچہ ہیں تیرے مرید افرنگ کے ساحر تمام
اب مجھے ان کی فراست پر نہیں ہے اعتبار
وہ یہودی فتنہ گر، وہ روحِ مزدک کا بروز
ہر قبا ہونے کو ہے اس کے جنوں سے تار تار
زاغِ دشتی ہو رہا ہے ہمسرِ شاہین و چرغ
کتنی سرعت سے بدلتا ہے مزاجِ روزگار
چھا گئی آشفتہ ہو کر وسعتِ افلاک پر
جس کو نادانی سے ہم سمجھے تھے ایک مشتِ غبار
فتنۂ فردا کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج
کانپتے ہیں کوہسار و مرغزار و جوئبار
میرے آقا! وہ جہاں زیر و زبر ہونے کو ہے
جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار

## ابلیس

(اپنے مشیروں سے)

ہے مرے دستِ تصرف میں جہانِ رنگ و بو
کیا زمین کیا مہر و مہ کیا آسمانِ تو بتو
دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا غرب و شرق
میں نے جب گرما دیا اقوامِ یورپ کا لہو
کیا امامانِ سیاست، کیا کلیسا کے شیوخ

سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک ہو!
کارگاہِ شیشہ جو ناداں سمجھتا ہے اسے
توڑ کر دیکھے تو اس تہذیب کے جام و سبو
دستِ فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
مزدکی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو
کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ ہُو
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امّت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحرگاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیتِ فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے

۲

جانتا ہوں میں یہ امّت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

الحذر آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب!
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!
ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

۳

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسمِ شش جہات
ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات!
ابنِ مریم مر گیا یا زندۂ جاوید ہے؟
ہیں صفاتِ ذاتِ حق، حق سے جدا یا عینِ ذات؟
آنے والے سے مسیحِ ناصری مقصود ہے
یا مجدّد جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات؟
ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم

امت مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات؟
کیا مسلماں کے لئے کافی نہیں اس دور میں
یہ الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات؟
تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تابساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات!
خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات
ہے وہی شعر و تصوف اسکے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات
ہر نفس ڈرتا ہوں اس اُمت بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات!
مست رکھو ذکر و فکرِ صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

# ابلیس و یزداں

## ابلیس

اے خدائے کن فکاں مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر
آہ! وہ زندانیِ نزدیک و دور و دیر و زود
حرفِ استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود!

## یزداں

کب کھلا تجھ پر یہ راز؟ انکار سے پہلے کہ بعد؟

## ابلیس

بعد! اے تیری تجلی سے کمالاتِ وجود!

## یزداں

(فرشتوں کی طرف دیکھکر)

پستیٔ فطرت نے سکھائی ہے یہ حجت اسے
کہتا ہے "تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود"
دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام
ظالم اپنے شعلۂ سوزاں کو خود کہتا ہے دود!

---

# ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

لا کر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں
زناریوں کو دیرِ کہن سے نکال دو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو
اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو

# ابلیس کی عرضداشت

کہتا تھا عزازیل خداوندِ جہاں سے
پرکالۂ آتش ہوئی آدم کی کفِ خاک!
جاں لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب!
دل نزع کی حالت میں خرد پختہ و چالاک!
ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتوا ہے کہ ہے پاک!
تجھ کو نہیں معلوم کہ حورانِ بہشتی
ویرانیِ جنت کے تصور سے ہیں غمناک؟
جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک!